ہر عبدالشکور کنزے کے اعزاز میں دعوتوں کے مواقع پر تین تقاریر

از

سیدنا حضرت میرزا بشیرالدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

ہر[1] عبدالشکور کنزے☆ کے اعزاز میں دعوتوں کے مواقع پر تین تقاریر

پہلی تقریر

(فرمودہ ۱۹ ؍جنوری ۱۹۴۹ء بمقام رتن باغ لاہور
دعوتِ چائے از نظارت دعوت وتبلیغ)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:۔

''میرے آقا و مولا کے ارشاد کے مطابق اسلام اور اُس کے سچے متبع واقعی وہی کونے کا پتھر ہیں جو جس پر بھی گریں گے وہ پاش پاش ہو جائے گا اور جو اُن پر گرے گا وہ بھی چکنا چور ہو جائے گا۔ دیکھ لیجئے جرمنوں نے اطالویوں کی مدد سے ایک عربی ملک ٹیونیشیا پر یورش کی تا کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کو ختم کریں لیکن وہ کامیاب نہ ہوسکی، اُنہیں ہزیمت ہوئی اور اب جب اسلام کے مبلغ اُس ملک میں پہنچے تو وہ اُن کے تمدن، اُن کے مذہب اور اُن کی اخلاقیات پر وہی کونے کا پتھر بن کر کچھ اِس طرح گرے کہ اُن کے دلوں میں جو کچھ تھا وہ ختم ہو گیا اور اُنہیں حلقہ بگوشِ اسلام ہوتے ہی بنی۔

(حضور نے فرمایا)

☆ موصوف اپنے حالات اور بعض وجوہات کی بناء پر اب جماعتِ احمدیہ کے ممبر نہیں رہے۔(ناشر)

دل کے تمام گند دھو کر اسلام سے وابستگی حاصل کرنا یقیناً ایک نئی زندگی حاصل کرنا ہے اور مجھے مسرت ہے کہ ہر عبدالشکور کو جو اسلامی لحاظ سے میرا بھائی، دوست اور روحانی بیٹا ہے یہ سعادت حاصل ہوئی۔

(حضور نے تقریر کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا)

ہر کنزے کا عبدالشکور نام رکھنا بھی میری ایک خواب کی بنا پر ہے جس میں میں نے دیکھا تھا کہ دشمنوں سے تنگ آ کر جرمنی یا اٹلی میں گیا ہوں۔ جہاں میرے تبلیغ کرنے سے متعدد لوگوں کو حلقہ بگوشِ اسلام ہونے کی توفیق ملی ہے اور پھر میں نے وہاں اپنا ایک نائب مقرر کیا ہے جس کو ''عبدالشکور'' نام دیا گیا ہے۔ میں نے اُسی خواب کے مطابق ہر کنزے کا نام ''ہر عبدالشکور کنزے'' رکھا ہے۔ میری دعا ہے کہ میرا خدا انہیں وہی عبدالشکور بننے کی توفیق دے اور اِن کے واسطے ان کے مُلک کو اُن تمام برکات سے نوازے جو اُس موعود عبدالشکور سے وابستہ ہیں۔

(حضور نے فرمایا)

''ہر کنزے'' اِس سے پہلے جس مذہب سے وابستہ تھے اُس میں شریعت کو لعنت قرار دیا گیا تھا لیکن اسلام شریعت کو برکاتِ خداوندی سے معمور گردانتا ہے۔ لہٰذا میں ہر عبدالشکور کو نصیحت کروں گا کہ جو اَب اپنے تمام اعزا و اقرباء کو چھوڑ کر خدا کے دامن سے وابستہ ہو گئے ہیں اِسے اپنی زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی کرنے کی کوشش کریں اور جس طرح وہ پہلے کبھی ہر ہٹلر کے سپاہی تھے آج میرے آقا محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسا جانثار سپاہی بنیں کہ خدا ان کے ہاتھ پر فتوحات کی بارشیں کرے اور پیدائشی مسلمانوں سے کہیں بڑھ چڑھ کر ایمان و اعتقاد پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

(الفضل ۲۰ جنوری ۱۹۴۹ء)

دوسری تقریر

(فرمودہ ۲۴ جنوری ۱۹۴۹ء بمقام رتن باغ لاہور)

(دعوتِ عشائیہ از جماعت احمدیہ لاہور)

عملی نمونہ دکھانے اور قومی اتحاد پیدا کرنے کی کوشش کریں

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

''چونکہ مجھے اُردو میں بولنے کی اجازت دی گئی ہے اس لئے میں اُردو میں تقریر کروں گا۔ ابھی آپ لوگوں کے سامنے شیخ بشیر احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے کنزے صاحب کی آمد پر اُنہیں مبارکباد پیش کی ہے اور یہاں کے لوگوں کی طرف سے انہیں مرحبا کہا ہے۔ مسٹر کنزے جرمنی کے رہنے والے ہیں۔ آپ ٹریپولی میں جنرل رومیل کے ماتحت لڑتے رہے اور وہاں ہی آپ قید ہوئے۔ آپ کو بطور قیدی پہلے امریکہ بھیجا گیا اور پھر امریکہ سے آپ انگلینڈ لائے گئے۔ انگلینڈ آ کر آپ کے اندر مذہب کے لئے ایک تڑپ پیدا ہوئی۔ آپ نے دیکھا کہ دنیا کی حالت دن بدن خراب ہو رہی ہے اِس کا علاج کرنا چاہئے اور آپ نے یہ سمجھا کہ اس کا علاج سوائے مذہب کے اور کوئی نہیں۔ آپ نے وہ مذہب تلاش کرنا چاہا جو اِن خرابیوں کو دور کر سکے۔ اس لئے آپ نے مذاہب کا مطالعہ کرنا شروع کیا۔ اس سلسلے میں آپ نے اسلام کے لٹریچر کا بھی مطالعہ کیا اور مزید واقفیت کے لئے آپ نے امام مسجد لندن کو چٹھی لکھی۔ آپ نے اُنہیں یہ بھی لکھا کہ آپ اُن سے ملنا چاہتے ہیں۔ اِس چٹھی کے جواب میں امام مسجد لندن نے انہیں لٹریچر بھیجا اور بعض افسروں کی معرفت اجازت لے کر ان سے ملے اور بعض دفعہ آپ کو بھی مسجد میں آنے کی اجازت دی گئی۔ ایک دو ملاقاتوں کے بعد ہی آپ پر اسلام کی حقیقت

کھل گئی اور آپ نے اسلام قبول کر لیا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد آپ نے اِس بات کا اظہار کیا کہ آپ اسلام کی خدمت کے لئے اپنی زندگی وقف کرنا چاہتے ہیں لیکن قیدی ہونے کی صورت میں آپ آزادی سے اپنے اِس ارادہ کو عملی جامہ نہیں پہنا سکتے تھے۔ تھوڑے عرصہ کے بعد انہیں جبری طور پر جرمنی بھیجا گیا اور وہاں یہ بھی کوشش کرتے رہے اور اِدھر ہم بھی کوشش کرتے رہے اور متواتر دو تین سال کی کوشش کے بعد آپ اپنے ارادہ میں کامیاب ہوئے اور کڑا کے کی سردی میں کئی دن سفر کرتے ہوئے آپ سوئٹزرلینڈ پہنچے وہاں سے جماعت نے آپ کو انگلینڈ پہنچایا اور انگلینڈ سے پھر یہاں آئے۔

یوروپین لوگوں میں سے جنہوں نے اسلام کو بطور اسلام قبول کیا ہے مسٹر کنزے دوسرے آدمی ہیں۔ پہلے آدمی بشیر احمد آرچرڈ ہیں۔ وہ بھی نہایت مخلص اور اسلام کے ساتھ ایک قسم کا عشق رکھنے والے ہیں۔ وہ پہلے آدمی ہیں جس نے مجھ پر یہ اثر ڈالا کہ انگریزوں کی بھی روحانی اصلاح ہو سکتی ہے۔ اس سے پہلے جو شخص مجھ سے یہ پوچھتا تھا کہ برطانیہ مشن میں آپ کو کہاں تک کامیابی حاصل ہوئی؟ میں اُس سے کہتا تھا کہ بظاہر ہمیں اُس کا کوئی فائدہ نظر نہیں آتا اور جہاں تک مذہب کا سوال ہے ہمیں کوئی انگریز مسلمان ہوتا نظر نہیں آتا۔ انگریز لوگ ایک سوسائٹی کے طور پر دوسرے مذہب کو قبول کر لیتے ہیں۔ وہ اپنا لباس بدل لیتے ہیں، اپنی خوراک بدل لیتے ہیں اور اسلام یا کسی اور مذہب میں داخل ہو جاتے ہیں لیکن اُس کی اہمیت کو نہیں سمجھتے۔ اُن کے اندر یہ احساس نہیں ہوتا کہ ہم نے اپنی ہر چیز کو اِس کے لئے قربان کرنا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ کیا یہ کوئی کم احسان ہے کہ ہم نے اِس مذہب کو قبول کر لیا ہے۔ اُنہوں نے جو قربانی کرنی تھی وہ مذہب تبدیل کر کے اُنہوں نے کر لی ہے لیکن بشیر احمد آرچرڈ پہلا شخص تھا جس نے سچائی کے طور پر اسلام کو قبول کیا اور صرف قبول ہی نہیں کیا بلکہ خدمت اسلام کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی اور اب وہ بڑے اخلاص کے ساتھ خدمت اسلام کر رہا ہے۔ اس سے پہلے بھی کچھ آدمی تھے مثلاً عبد اللہ کوئلم وغیرہ جو اسلام کو ہی سچا مذہب سمجھتے تھے اور اُن کے اندر اخلاص بھی پایا جاتا تھا لیکن وہ اسلام کو اُس کی اصولی تعلیم کے لحاظ سے سچا مانتے تھے اور اس پر عملاً کار بند نہیں ہوتے تھے۔ بعض مواقع پر وہ شراب بھی پی لیں گے اور اگر وقت نہیں ملا تو وہ نماز بھی چھوڑ دیں

گے۔ وہ نماز پڑھتے تھے لیکن وہ نمازوں میں بے قاعدہ تھے۔ وہ شراب پینا چھوڑ دیتے تھے لیکن بعض اوقات شراب پینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

مسٹر آرچرڈ پہلے انگریز ہیں جنہوں نے اسلام کو اسلام کے طور پر قبول کیا۔ آپ جب مجھے پہلی دفعہ قادیان ملنے کے لئے گئے اُس وقت آپ فوج میں لیفٹیننٹ تھے۔ آپ جب مجھ سے ملے اُس وقت آپ کے اندر یہ احساس پایا جاتا تھا کہ دنیا میں کوئی بھی سچا مذہب نہیں اور مجھ سے لمبی بحث کی کہ کوئی مذہب سچا نہیں ہاں! ہر مذہب میں ایک حد تک سچائی پائی جاتی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ میں اُن سب سچائیوں کو اکٹھا کر کے ایک نیا مذہب بناؤں۔ پانچ سات دن رہنے کے بعد آپ واپس تشریف لے گئے۔ میں نے سمجھا کہ وہ کورے کے کورے ہی واپس چلے گئے ہیں لیکن جب وہ کلکتہ گئے (شاید وہ برما کی طرف جارہے تھے) وہاں سے اُنہوں نے مجھے بیعت کا خط لکھا۔ مجھے اِس بات پر سخت حیرت ہوئی۔ بعد میں مَیں نے اُن سے پوچھا تو اُنہوں نے بتایا میں جب تک قادیان میں رہا میں یہ سمجھتا رہا کہ یہ لوگ میرے مخالف ہیں اور میری روح کو کچل دینا چاہتے ہیں اس لئے میرے اندر مقابلہ کی روح پیدا ہوئی۔ میں سات آٹھ دن قادیان میں رہا اِس خیال سے کہ میں جن لوگوں کے پاس جارہا ہوں انہی کے طریق پر مجھے عمل کرنا چاہئے۔ میں اپنے ساتھ شراب نہیں لایا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ اب میں پہلے سے بہتر معلوم ہوتا ہوں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں جب میں امرتسر پہنچا تو میں کھانے کے لئے ریسٹورنٹ میں گیا اور دوسرے لوگ بھی گئے اور انہوں نے شراب مانگی۔ باقی لوگوں کو دیکھ کر میں نے بھی شراب کے لئے آرڈر دیا لیکن بعد میں خیال آیا کہ میں جن لوگوں کے پاس سے آیا ہوں مجھے اُن کا اِس قدر تو احترام کرنا چاہئے کہ میں رستہ میں شراب نہ پیؤں۔ چنانچہ میں جتنا عرصہ ریل میں رہا شراب نہیں پی۔ جب میں کلکتہ پہنچا تو میری حالت زیادہ سے زیادہ اچھی معلوم ہوئی۔ پھر میں نے غور کرنا شروع کیا کہ آخر اِس کی وجہ کیا ہے؟ اور میں نے سمجھ لیا کہ درحقیقت میں غلطی پر تھا۔ دراصل اسلام ہی سچا مذہب ہے اور اس سے ہی دنیا کی تمام خرابیوں کا علاج کیا جا سکتا ہے پھر میں نے اسلام قبول کر لیا۔

مسٹر آرچرڈ کے اسلام قبول کر لینے پر دوسرے انگریزوں نے اُنہیں تکلیفیں دینا شروع

کیں۔ اُن کے ساتھ کھانا پینا بند کر دیا گیا اور اُن کا مکمل بائیکاٹ کر دیا گیا۔ اُن کے ساتھ انگریزوں نے ایسا ہی سلوک کیا جس طرح ہمارے ملک میں ایک نئے احمدی کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ فوج میں آپ کو بہت تکلیفیں دی گئیں لیکن آپ گھبرائے نہیں۔ آپ نے نہ صرف پانچوں نمازیں پڑھنی شروع کر دیں، نہ صرف آپ نے محرمات کو ہی چھوڑا بلکہ تہجد بھی پڑھنی شروع کر دی۔ آپ جب تک قادیان میں رہے باقاعدہ تہجد پڑھتے رہے۔ اِس کے بعد اُنہوں نے اسلام کی خدمت کیلئے زندگی وقف کی اور اب انگلینڈ میں وہ ہمارے مبلغ ہیں۔

مسٹر کنزے دوسرے آدمی ہیں جنہوں نے اسلام کو بطور اسلام کے قبول کیا ہے۔ آپ نے نہ صرف اسلام کو قبول کیا بلکہ یہ سمجھا کہ جب تک میں خود اسلام کو اچھی طرح نہیں سمجھتا، جب تک میں خود اسلام کی تعلیم حاصل نہیں کرتا یہ فضول بات ہے کہ میں دوسروں کو اِس کی تبلیغ کروں۔ مجھے پہلے خود دینی تعلیم حاصل کرنی چاہئے اور اِس کے بعد اسلام کو اس ملک میں پھیلانا چاہئے۔ آپ نے اسلام کی خدمت کے لئے اپنی زندگی وقف کی اور دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے پاکستان تشریف لے آئے۔ اور بھی بعض لوگوں کے اندر یہ روح پائی جاتی ہے۔ دو اور جرمن نومسلموں کی طرف سے بھی وقف کے لئے درخواستیں آئی ہیں وہ دونوں میاں بیوی ہیں اور جرمنی کے مشہور جرنلسٹ اور کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ اِسی طرح پولینڈ سے بھی ایک دوست کی وقف کے لئے درخواست آئی ہے وہ بھی اِس وقت قید ہے۔ حکومت نے اُسے ففتھ کالمسٹ قرار دے دیا ہے بلکہ اب تو امریکہ میں یہ احساس پیدا ہونا شروع ہو گیا ہے۔ مجھے کئی خطوط آتے ہیں جن میں اس کا اظہار کیا گیا ہے اور وہ سوچ رہے ہیں کہ وہ بھی کسی طرح زندگی وقف کر کے اسلام کی خدمت کریں۔

مسٹر کنزے ہماری تبلیغ کے دوسرے پھل ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ جس طرح یہ قوم سائنس اور دیگر دنیاوی علوم میں آگے بڑھی ہوئی ہے، جس طرح وہ علمی طور پر یورپ کو لیڈ کر رہی ہے اِسی طرح وہ مذہب میں بھی آگے بڑھ جائے گی اور تمام یورپ کو مذہبی طور پر لیڈ کرے گی۔ جنگ میں اگرچہ وہ ہار گئی ہے لیکن اِس قوم میں ترقی کی روح پائی جاتی ہے اِس لئے میں امید کرتا ہوں کہ جب اِس قوم میں اسلام پھیل جائے گا تو یہ لوگ دین کے اچھے خادم ثابت ہوں گے۔

میں نے اس بات پر بہت غور کیا ہے اور بعض جرمن احمدیوں کو جب میں نے چٹھیاں لکھیں تو اُن پر اس بات کو واضح کیا ہے۔ میں سوچتا ہوں کہ یہ قوم عمل اور قربانی میں دوسری قوموں سے زیادہ ہے لیکن اِس کے باوجود وہ ایک سَو سال سے آگے بڑھنے کی کوشش کر رہی ہے مگر وہ ہمیشہ ناکام رہی ہے اور اُس نے ہمیشہ ڈپلومیسی میں شکست کھائی ہے اور جس مقام کے حاصل کرنے کا اُسے حق حاصل تھا اُسے وہ حاصل نہیں کر سکی۔ اِس کی کئی وجوہ دوسرے لوگوں نے بتائی ہیں لیکن میرے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اِس قوم میں اسلام پھیلانا چاہتا ہے اور چونکہ اِس قوم میں اسلام پھیلنا ہے اس لئے جب بھی وہ کسی دنیاوی ترقی کیلئے کوشش کرتی ہے ناکام رہتی ہے۔

یورپ میں اسلام کا بھی حصہ ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام بیشک ایشیا میں پیدا ہوئے تھے مگر بعد میں عیسائیت یورپ میں بھی پھیلی۔ اسی طرح اب اسلام کی بھی یورپ میں پھیلنے کی باری ہے اور جس طرح اٹلی کو یہ فوقیت حاصل ہے کہ اُس نے ابتدا میں عیسائیت کو قبول کیا اور اس کے بعد عیسائیت کو تمام یورپ میں پھیلایا اُسی طرح اسلام کے لئے بھی تو کوئی نہ کوئی ملک مقدر ہوگا جو اسلام کو قبول کر کے اُسے آگے تمام یورپ میں پھیلائے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ وہ ملک جرمنی ہے پچھلے سَو سال کے عرصہ میں جب بھی اُنہوں نے آگے بڑھنے کی کوشش کی ہمیشہ ناکام رہے۔ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ یہ مذہب کو لیڈ کریں اِس لئے جب بھی اُنہوں نے آگے بڑھنے کے لئے جدوجہد کی اُس میں ناکام رہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب اِس قوم میں اسلام پھیلے گا وہ اسلام کے لئے ہر ممکن قربانی کرے گی۔ میں دیکھتا ہوں کہ انگلینڈ میں ہماری سالہا سال کی کوششوں کے بعد جتنے مسلمان ہوئے ہیں جرمنی میں ہماری ایک سال کی کوشش سے اُتنے احمدی ہو گئے ہیں اور مجھے کثرت سے خطوط آ رہے ہیں کہ وہ اسلام کی تحقیق کر رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ احمدیت کی آئندہ ترقی میں اِن کا بہت زیادہ حصہ ہوگا۔

ان لوگوں میں اتنا جوش پایا جاتا ہے کہ جب پاکستان پر مصیبت آئی تو حکومت نے چاہا کہ جرمنی سے کچھ افسر منگوائے جائیں اور فوج میں رکھے جائیں تا مُلکی دفاع کو مضبوط کیا جا سکے۔ اُس وقت جرمنی میں ایک ہی احمدی تھا (مسٹر کنزے کے علاوہ ایک اور احمدی تھے جو ہمبرگ

میں رہتے تھے۔ مسٹر کنزے برلن کے رہنے والے ہیں) میں نے اُسے لکھا۔ اُس کی محبت کا اِس بات سے پتہ لگتا ہے کہ جب میں نے اُسے لکھا کہ ہمیں پاکستان آرمی کے لئے چند جرمن فوجی افسروں کی ضرورت ہے تو اُس نے رات دن ایک کر کے اور اپنے خرچ پر لمبے لمبے سفر کر کے اُن لوگوں کو پاکستان آنے کیلئے تیار کیا جو ہٹلر کے وقت میں فوج میں مختلف عہدوں پر تھے اور مجھے گیارہ آدمیوں کی ایک ٹیم بھجوائی اور لکھا پاکستان کیلئے جتنے عہدوں پر جرمن رکھنے کی ضرورت ہو اُن کے لئے یہ کافی ہیں اور وہ اپنی خدمات پیش کرتے ہیں۔ اُنہوں نے صرف ایک شرط رکھی تھی کہ ہمیں انگریزوں سے ذلیل نہ کروایا جائے بلکہ انگریزوں والی ٹرمز (TERMS) ہمیں بھی دی جائیں تا ہم اُن کے سامنے ذلیل نہ ہوں اِس سے زیادہ ہم کچھ نہیں چاہتے لیکن حکومت نے اُس وقت یہ خیال کیا کہ اگر ہم نے فوج میں جرمن آفیسرز رکھ لئے تو کہیں انگریز ناراض نہ ہو جائے گو یہ تحریک بھی حکومت نے خود کی تھی لیکن جب بعض لوگوں نے اپنی خدمات پیش کیں تو حکومت نے کہہ دیا شکریہ۔ ہم نے اگر انہیں ملازم رکھا تو انگریز خفا ہو جائیں گے۔ حکومت پاکستان کے اس رویہ سے اُس دوست کو تکلیف بھی پہنچی لیکن بہرحال اِس بات سے یہ پتہ لگتا ہے کہ اِنہیں اب اِس قدر احساس ہو چکا ہے کہ وہ سیاسی طور پر بھی مشکلات کو مٹانے کی کوشش کرتے ہیں اور ایسا کرنے کے لئے اپنا روپیہ خرچ کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔

میں سمجھتا ہوں ایک اَور بھی چیز ہے جو ہمیں بھولنی نہیں چاہئے اور وہ یہ ہے کہ بیرونِ ممالک میں جو لوگ احمدی ہوں گے وہ اُردو زبان بھی سیکھیں گے اِس لئے اشاعت احمدیت سے اُردو زبان کو بھی بہت زیادہ تقویت پہنچے گی۔ انڈونیشیا میں ہمارا مشن قائم ہے۔ وہاں جو لوگ احمدی ہوئے اُن میں سے بعض نے اُردو زبان سیکھی اور پھر بعض نے اپنے بچوں کو قادیان میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھی بھیجا۔ مشرقی افریقہ میں اُردو جاننے والوں میں اکثریت اُن لوگوں کی ہے جو احمدی ہیں۔ بعض لوگ ایسے تھے جو اُردو زبان کے بہت ہی مخالف تھے۔ ایک دوست ابوالہاشم صاحب تھے انہیں احمدی ہونے سے قبل صرف احمدیت سے ہی نفرت نہیں تھی بلکہ وہ اُردو زبان کو بھی سننا نہیں چاہتے تھے۔ وہ جب احمدی ہوئے تو اُنہوں نے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب پڑھنے کے لئے بڑھاپے میں اُردو زبان سیکھی اور پھر اپنے بچوں کو بھی سکھائی۔ اسی طرح عرب ممالک سے بھی بعض دوست آئے ہیں اور اُنہوں نے اُردو زبان سیکھی۔ مسٹر بشیر احمد آرچرڈ انگلینڈ سے آئے اور اُنہوں نے اُردو زبان سیکھی اور مسٹر کنزے جرمنی سے آئے ہیں وہ بھی اُردو زبان سیکھیں گے۔ پس میں سمجھتا ہوں کہ احمدیت کی اشاعت کے ساتھ ساتھ اُردو زبان بھی پھیلتی جائے گی۔ یہ لوگ جب واپس جائیں گے اور چونکہ اِن میں دوسری زبان سیکھنے کا بہت شوق ہوتا ہے اس لئے یہ اپنے دوسرے دوستوں کو بھی اُردو سکھائیں گے اور یہ چیز اُردو زبان کی ترقی کا موجب ہوگی اور لازماً پاکستان کے تعلقات بھی اُن ممالک سے گہرے ہو جائیں گے۔

ہمارے ملک میں یہ سوال عام طور پر پایا جاتا ہے کہ آیا اُردو زبان کو ذریعہ تعلیم بنایا جائے یا انگریزی زبان کو بھی ذریعہ تعلیم بنایا جائے؟ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اگر اُردو زبان کو ذریعہ تعلیم بنایا گیا تو پاکستان تمام ممالک سے کٹ جائے گا۔ ذریعہ تعلیم اُسی زبان کو ہی بنانا چاہئے جسے دوسرے لوگ بھی سیکھیں۔ احمدیت کی اشاعت سے یہ سوال بھی حل ہو جائے گا۔ احمدیت کی وجہ سے اُردو زبان دوسرے ممالک میں پھیل رہی ہے اور اِنْشَاءَ اللّٰہ ایک دن ایسا آئے گا جب پاکستان کا ہر ایک آدمی یہ سمجھنے لگ جائے گا کہ ہمیں کسی فارن لینگوئج (FORIEGN LANGUAGE) یا اُردو زبان کے علاوہ کسی اَور زبان کو ذریعہ تعلیم بنانے کی ضرورت نہیں۔

شیخ بشیر احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے یہ خواہش کی ہے کہ مسٹر کنزے ایسا نمونہ پیش کریں کہ یہاں کے نوجوانوں میں بھی بیداری پیدا ہو جائے اور وہ اپنی زندگیاں خدمت دین کیلئے وقف کریں۔ مسٹر کنزے میرے روحانی فرزند ہیں اور مجھے اِن سے بے حد محبت ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ جو لوگ یہاں رہتے ہیں وہ نمونہ دکھائیں اور مسٹر کنزے اِس کی اتباع کریں۔ ابتداء ہم میں ہوئی ہے اِس لئے ہم پر بہت سی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ بیشک ہم یہ چاہتے ہیں کہ وہ ہمارے بھائی بنیں لیکن یہ کہ اُن سے خواہش کی جائے کہ وہ ہمارے لئے نمونہ بنیں درست نہیں۔ ہمیں اپنا نمونہ پیش کرنا چاہئے تا وہ ہم سے اچھا نمونہ لے کر اپنے ملک

میں واپس جائیں اور اپنے ملک والوں سے کہیں کہ تم اسلام کو قبول نہ کر کے ایک قیمتی چیز سے محروم ہو رہے ہو۔ اسلام کو قبول کرو تا تمہارا دین بھی درست ہو اور تمہاری دنیا بھی درست ہو۔

(غیر مطبوعہ از ریکارڈ خلافت لائبریری ربوہ)

تیسری تقریر

(فرمودہ ۳ فروری ۱۹۴۹ء بمقام سیالکوٹ)
(دعوتِ عصرانہ از جماعت احمدیہ سیالکوٹ)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

''مسٹر کنزے برلن سے تشریف لائے ہیں یہ ہٹلر کی فوج میں ملازم رہے ہیں اور افریقہ کے میدانوں میں پہلے انگریزوں کے خلاف لڑتے رہے ہیں اور پھر امریکنوں اور انگریزوں دونوں کے خلاف لڑتے رہے ہیں۔ غالبًا یہ الجیریا میں قید ہوئے اور اِن کو امریکہ لے جایا گیا۔ وہاں اِن کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ عیسائیت دنیا میں امن قائم کرنے میں ناکام ثابت ہوئی ہے اس لئے دوسرے مذاہب پر غور کرنا چاہئے اور ایسا مذہب تلاش کرنا چاہئے جس سے دل تسلی پا سکے اور دنیا میں امن قائم ہو۔ چنانچہ اِنہوں نے دوسرے مذاہب کی کتب کا مطالعہ شروع کیا اور اُن کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ اِسی دوران میں انہیں انگلستان بھجوا دیا گیا۔ انگلستان پہنچنے کے بعد اتفاقاً اِن کو لنڈن مشن کا پتہ معلوم ہوا اور اِنہوں نے وہاں کے موجودہ امام چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ سے جو اتفاقاً سیالکوٹ کے ہی رہنے والے ہیں اور نواب محمد الدین صاحب کے بھتیجے ہیں اسلام کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ اُنہوں نے فوراً اسلامی لٹریچر بھجوا دیا اور اسلام کے متعلق ضروری کوائف بہم پہنچائے۔ چوہدری صاحب نے گورنمنٹ کے افسران سے مل کر اِنہیں بعض دنوں میں مسجد میں آنے کی بھی اجازت لے دی۔ انگلستان میں دوسرے ممالک کی نسبت بہت زیادہ حوصلہ پایا جاتا ہے یہاں تک کہ امریکہ سے بھی جو ڈیماکریسی کا سب سے زیادہ حامی ہے زیادہ حوصلہ ہے۔ چوہدری صاحب کی تحریک پر گورنمنٹ کے افسران نے کہا کہ اگر مسٹر کنزے کو اسلام کی تحقیق کا شوق ہے تو وہ پولیس کی نگرانی

میں مسجد میں چلے جایا کریں اور پولیس کی نگرانی میں واپس آ جایا کریں۔ چنانچہ یہ وقتاً فوقتاً مسجد میں آتے رہے اور اسلام کے متعلق حالات معلوم کرتے رہے۔ دو تین ملاقاتوں کے بعد ہی اِنہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ جہاں تک اسلام کے متعلق میں علم حاصل کر سکا ہوں اُس کے مطابق اسلام ہی ایک سچا مذہب ہے اور اِس کے ذریعہ ہی دنیا روحانی طور پر تسلی پا سکتی ہے۔ چنانچہ اِنہوں نے جلد ہی اسلام قبول کر لیا اور میں نے اِن کا نام عبدالشکور رکھا۔ یہ نام میں نے اِس لئے رکھا کہ میں نے ایک دفعہ رؤیا میں دیکھا تھا کہ میں ایک علاقہ میں جا رہا ہوں (میں ساری رؤیا کو تو بیان نہیں کرتا صرف اس کا وہ حصہ بیان کر دیتا ہوں جس کا اِن کے ساتھ تعلق ہے) وہاں میری تبلیغ کے ذریعہ کچھ لوگوں نے جو یوروپین معلوم ہوتے ہیں اسلام قبول کر لیا اور جب کچھ لوگ اسلام میں داخل ہو گئے تو میں نے اُن میں سے ایک شخص کو چنا جس کا نام میں نے عبدالشکور رکھا اور میں نے اُسے کہا اے عبدالشکور! میں ابھی اور آگے جانا چاہتا ہوں میں تمہیں اِس علاقہ میں اپنا قائمقام مقرر کرتا ہوں تم ان لوگوں میں اسلام پھیلاؤ اور اُنہیں توحید خالص کی طرف بُلاؤ۔ یہ کہہ کر میں آگے چلا جاتا ہوں اُسی وقت مجھے خیال آیا کہ یہ علاقہ اٹلی یا جرمنی کا ہے۔ اس خیال سے کہ جرمنی کے ساتھ لڑائی ہو رہی تھی میں زیادہ تو یہی سمجھتا تھا کہ وہ علاقہ اٹلی کا ہے لیکن چونکہ اتفاق سے جرمنی میں سب سے پہلے مسٹر کنزے ایمان لے آئے اِس لئے میں نے ان کا نام عبدالشکور رکھا کیونکہ بظاہر ایسے حالات پیدا ہو گئے تھے جن سے میں نے یہ سمجھا کہ شاید وہ شخص جسے میں نے خواب میں قائمقام مقرر کیا تھا یہی ہے۔

اسلام میں داخل ہونے کے تھوڑے ہی دنوں بعد مسٹر عبدالشکور کنزے نے یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ عیسائیت سے اِس حد تک متنفر ہیں کہ وہ اب اسلام کی خدمت کے لئے اپنی زندگی وقف کر دینا چاہتے ہیں ابھی اِنہوں نے کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا کہ یہ آزاد کر دیئے گئے اور جبری طور پر اِنہیں واپس جرمنی بھیج دیا گیا۔ جرمنی پہنچ کر اِنہوں نے یہ لکھنا شروع کیا اور اصرار کیا کہ میں اسلام کی خدمت کرنا چاہتا ہوں میرے لئے انتظام کیا جائے کہ کسی طرح میں پاکستان پہنچ کر دینی تعلیم حاصل کر سکوں اور پھر اپنے وطن واپس آ کر اسلام کی تبلیغ کروں۔ برلن کے بارہ میں فرانس، روس، امریکہ اور انگلستان کے اختلافات کی وجہ سے جلد کوئی انتظام نہ ہو سکا لیکن کافی

خط و کتابت کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا کہ اِنہیں یہاں آنے کی اجازت دی جائے۔ یہ پہلے فرنچ علاقہ سے روسی علاقہ میں آئے اور وہاں سے سوئٹزرلینڈ پہنچے پھر وہاں سے آہستہ آہستہ پاکستان پہنچے۔

جہاں تک اِن کے اخلاص کا تعلق ہے اِس کا ایک چھوٹے سے واقعہ سے پتہ لگ جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب مشرقی پنجاب میں فسادات ہوئے اور اِنہیں خبر پہنچی کہ قادیان پر حملہ ہوا ہے تو اِن کے متواتر خطوط آنے لگے اور اِنہوں نے بار بار سوئٹزرلینڈ کے مبلغ کو لکھا (ہمارا جرمنی کے قریب ترین مشن سوئٹزرلینڈ کا ہے اور وہاں کے مبلغ انچارج سے ہی یہ خط و کتابت کرتے رہے) کہ کسی نہ کسی طرح مجھے قادیان پہنچانے کا بندوبست کیا جائے تا میں اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ مل کر اسلام کے لئے لڑوں اور قادیان کی حفاظت کروں۔ یہ ایک نہایت ہی نیک جذبہ تھا جو ایک یوروپین اور خاص کر ایک جرمن کے دل میں پیدا ہوا۔ انگلستان کو تو چھوڑو کیونکہ اُس کے متعلق ایک شخص کہہ سکتا ہے کہ ایک لمبے عرصہ تک ہندوستان پر حکومت کرنے کی وجہ سے ان کے اندر مسلمانوں کے متعلق ہمدردی کا جذبہ پایا جا سکتا ہے لیکن ایک جرمن کے متعلق خصوصاً اُن کی علمی فوقیت کی وجہ سے جو اُنہیں تمام ممالک پر حاصل ہے یہ خیال بھی نہیں کیا جا سکتا کہ اُن کے اندر اسلام کی خدمت کے لئے اتنی تڑپ پائی جاتی ہو۔ ایک جرمن کے ان جذبات سے پتہ لگتا ہے کہ اُس کے اندر اسلام کی محبت اِس قدر رچ چکی ہے کہ اُس کے اندر بیتابی پائی جاتی ہے کہ کسی طرح وہ اسلام کے مصائب میں شریک ہو سکے۔ مسٹر کنزے معمولی انگریزی جانتے تھے لیکن بہرحال انگریزی میں اپنے جذبات کا اظہار کر سکتے ہیں۔ اب ان کا ارادہ ہے کہ پاکستان میں رہ کر دینی تعلیم حاصل کریں اور چونکہ اِنہیں اُردو نہیں آتی اس لئے پہلے یہ کوشش کی جائے گی کہ اِنہیں اُردو زبان سکھائی جائے تا یہ عام گفتگو سمجھ سکیں اور دینی تعلیم میں جلد از جلد ترقی کر سکیں۔ چنانچہ اب یہ اُردو زبان سیکھ رہے ہیں۔

آج آپ لوگوں نے اِن سے سورۃ فاتحہ سُنی ہے لاہور میں یہ سورۃ فاتحہ زیادہ اچھی طرح پڑھ سکتے تھے لیکن سیالکوٹ چونکہ اِن کے لئے ایک نئی جگہ ہے اس لئے یہاں یہ گھبرا گئے ہیں اور گھبراہٹ کی وجہ سے ایک آیت کی آیت ہی چھوڑ گئے ہیں۔ لاہور میں یہ سورۃ فاتحہ زیادہ اچھی

طرح پڑھتے تھے۔ صرف اتنا فرق تھا کہ یہ اِهْدِنَا کی دال چھوڑ دیتے تھے اور غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ میں عَلَيْهِمْ چھوڑ جاتے تھے۔ اب یہ ٹھیک پڑھنے لگ گئے تھے لیکن آج نئی جگہ ہونے کی وجہ سے گھبرا گئے اور اِس گھبراہٹ کی وجہ سے ایک آیت کی آیت ہی چھوڑ گئے۔ ویسے یہ ساری نماز عربی میں پڑھتے ہیں۔ سوائے اِس کے کہ کہیں کہیں غلطی کر جاتے ہیں۔

میرا منشاء ہے کہ ہم اِنہیں عملی طور پر اسلام سکھائیں، دینی مسائل سکھائیں اور قرآن کریم پڑھا کر اسلام کا مبلغ بنائیں۔ ان کے اسلام لانے کے بعد جرمن لوگوں میں اسلام کی طرف اَور زیادہ رغبت پیدا ہوگئی ہے اور کچھ اَور لوگ بھی احمدیت میں داخل ہوئے ہیں۔ مسٹر کنزے برلن کے رہنے والے ہیں اور دوسرے لوگ ہمبرگ کے رہنے والے ہیں۔ کچھ اَور نوجوانوں میں بھی اسلام کی طرف رغبت پیدا ہو رہی ہے۔ اُن لوگوں میں جو اسلام میں داخل ہوئے ہیں ایک دوست عبداللہ کوہنے بھی ہیں۔ وہ بھی پہلے قید رہے ہیں وہ جزیرہ سائپرس میں قید تھے وہاں اُنہیں ایک مسلمان مل گیا وہ صوبیدار تھا اور شاید جیل خانہ پر اُس کی ڈیوٹی تھی۔ اُس صوبیدار سے اِن کی گفتگو ہوتی رہی اور آخر کار وہ اسلام کی طرف مائل ہوگئے۔ وہ صوبیدار صاحب اِن سے پہلے ہی وہاں سے کہیں دوسری جگہ تبدیل ہو کر چلے گئے اِنہوں نے وہاں سے خط لکھا مجھے بھی اور لندن مشن کے مبلغ کو بھی کہ میرا ایک مسلمان دوست تھا جس سے اسلام کے متعلق میری گفتگو ہوتی رہتی تھی اب وہ میرے پاس نہیں ہے۔ مجھے اسلام سے رغبت ہوگئی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ مجھے اُس دوست کا پتہ مل جائے اور میں اسلام کے نقطۂ نگاہ کے لحاظ سے اُس پر غور کروں۔ ہم نے اِنہیں اُس صوبیدار کا پتہ بھجوایا۔ وہ جرمن دوست مسٹر کنزے سے زیادہ تعلیم یافتہ ہیں۔ اِن کا پیشہ ہی جرنلزم ہے وہ ایک رسالے کے ایڈیٹر ہیں اور کئی کتابوں کے مصنف ہیں اور اُن کی بیوی بھی کئی کتابوں کی مصنف ہے۔ وہ چھ سات زبانیں جانتے ہیں اور اُن کی بیوی بھی کئی زبانیں جانتی ہے۔ ہم نے اُن سے خط وکتابت شروع کی۔ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد وہ مسلمان ہوگئے۔ ان کے بعد اَور بھی کچھ دوست مسلمان ہوئے۔ اب جرمنی میں دو جماعتیں قائم ہیں۔ برلن تو مسٹر کنزے کے یہاں آ جانے کی وجہ سے خالی ہو گیا ہے لیکن ہمبرگ میں گیارہ بارہ

احمدی ہیں اور تازہ خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ جرمن لوگوں کے اندر اسلام کے متعلق خاص طور پر رغبت پائی جاتی ہے اور وہ اسلام کی تحقیق کر رہے ہیں۔ مسٹر عبداللہ کو ہنے نے بھی اپنی زندگی وقف کر دی ہے اور اُن کی بیوی نے بھی۔ وہ دونوں پاکستان آنا چاہتے ہیں اور یہاں آ کر دینی تعلیم حاصل کریں گے۔ مسٹر عبداللہ کو ہنے ایک عالم آدمی ہیں اور آجکل قرآن کریم کے جرمن ترجمے پر نظرِ ثانی کر رہے ہیں چونکہ وہ ترجمہ ایسے لوگوں نے کیا تھا جو عیسائی تھے اُن کے خیالات اسلام سے ہمدردانہ نہیں تھے اِس لئے ہوسکتا ہے کہ ترجمہ کرتے وقت اُنہوں نے کوئی غلطی یا کوتاہی کی ہو۔ مسٹر عبداللہ کو ہنے نے اپنے آپ کو اِس کام کے لئے آفر (OFFER) کیا ہے۔ اب تجویز ہے کہ وہ پہلے انگلینڈ آئیں اور قرآن کریم کے جرمن ترجمے کو رِیوائز (REVISE) کریں۔ جب وہ یہ کام ختم کرلیں گے تو پھر پاکستان آ جائیں گے۔

بہر حال اللہ تعالیٰ نے یہ سلسلہ جرمنی میں اسلام کی اشاعت کے لئے کھولا ہے اور جیسا کہ مسٹر کنزے کا خیال ہے اور مسٹر کو ہنے کا بھی (مسٹر کو ہنے اٹلی سے تعلق رکھتے ہیں اور وہاں علماء اور پروفیسروں سے اُن کا میل جول تھا) کہ جرمن قوم اسلام کی طرف بہت جلد مائل ہوسکتی ہے وہ کہتے ہیں کہ سب سے بڑی چیز جو جرمن قوم میں پائی جاتی تھی وہ مادیت ہے اور اس میں وہ بالکل ناکام رہے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اب اُن کی تسلی کے لئے کسی اَور چیز کی ضرورت ہے اور وہ چیز مذہب ہی ہے اور چونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اب اِنہیں صرف مذہب ہی تسلی دے سکتا ہے اِس لئے اِنہیں جتنی بھی تبلیغ کی جائے بہتر ہے اس طرح وہاں اسلام کے لئے رستہ کھل جائے گا۔ اِنہیں عیسائیت سے نفرت ہے کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ تمام یورپین اُن کے خلاف تھے اور وہ کہتے تھے کہ وہ کرسچین سویلزیشن کو بچانے کے لئے لڑ رہے ہیں۔ اس لئے یہ لفظ کسی حد تک انہیں بھیانک معلوم ہوتا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ عیسائیت ہی اُن کی تباہی کا موجب ہوئی ہے اِسی لئے وہ کسی اور مذہب کی تلاش میں ہیں جس کے ذریعہ وہ ترقی کرسکیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ جب یہ لوگ اسلام کو قبول کرلیں گے تو وہ اِس کے لئے بہت قربانیاں کریں گے۔

چند دن ہوئے مجھے اطلاع ملی تھی کہ اب ہمارا مبلغ بھی وہاں پہنچ گیا ہے۔ پہلے تو ہمارے مبلغ کو وہاں جانیکی اجازت نہیں ملتی تھی اور یہ کہا جاتا تھا کہ غیر کو اِس ملک میں آنے کی اجازت

نہیں دی جاسکتی۔ ہم نے برطانیہ پر زور دیا کہ جب تمہارے پادری وہاں جاتے ہیں اور تم کہتے ہو کہ مذہب کے بارہ میں کلی طور پر آزادی ہونی چاہئے تو کیا وجہ ہے کہ ہم اپنا مبلغ وہاں نہیں بھیج سکتے۔ اِس چیز کا تو وہ کوئی جواب نہ دے سکے لیکن اُنہوں نے یہ بہانہ بنایا کہ ہمارے پادری جو وہاں جاتے ہیں اُن کے راشن اور مکانوں کا انتظام ملٹری کرتی ہے اگر آپ کا مبلغ وہاں گیا تو وہ کہاں رہے گا اور کہاں سے کھائے گا؟ اس میں کوئی شُبہ نہیں کہ وہاں مکانوں کی قلت ہے اکثر مکانات گرائے جاچکے ہیں اور راشن کی بھی دقت ہے۔ چنانچہ ہم نے اپنے نَومسلموں سے خط وکتابت کی۔ اُنہوں نے لکھا کہ اگر مستقل طور پر نہیں تو عارضی طور پر دس یا پندرہ دن کے لئے تو وہ ہمارے ہاں مہمان رہ سکتے ہیں۔ یہ وہ چیز تھی کہ جس کی وجہ سے وہ کوئی اور حیلہ پیش نہ کر سکے اور پچھلے سال ہی اُنہوں نے ہمارے مبلغوں کو ہر تین ماہ میں پندرہ دن وہاں رہنے کی اجازت دے دی اور ہمارے مبلغ وہاں باری باری جاتے رہے اب جب کہ یہ فیصلہ ہو گیا ہے کہ مغربی جرمنی کا انتظام جرمنی کے سپرد ہی کر دیا جائے ہمیں خیال پیدا ہوا کہ اگر اِس فیصلہ پر عمل شروع ہو گیا تو پھر ہمیں اپنا مبلغ وہاں بھیجنا مشکل ہو جائے گا کیونکہ پھر یہ بہانہ لگا دیا جائے گا کہ جرمن لوگ آپ کے مبلغوں کو نہیں آنے دیتے۔ ہم نے کوشش کی کہ اس عرصہ میں ہمارے لئے کوئی رستہ کھل جائے۔ چنانچہ اب اطلاع آئی ہے کہ ہمارا ایک مبلغ وہاں پہنچ گیا ہے۔ مسٹر عبداللہ کو ہنے نے لکھا تھا کہ مکان کا بندوبست ہو گیا ہے اس لئے اب کسی کو اعتراض کی گنجائش نہیں۔ یہ مشن ہیمبرگ میں کھولا گیا ہے۔ برلن میں مشن قائم کرنے میں بہت سی مشکلات تھیں اس لئے وہاں مشن نہیں کھولا گیا۔

بہرحال میں نے آپ لوگوں کو بتایا ہے کہ جرمنی کے علاقہ میں لوگ کس طرح مسلمان ہو رہے ہیں اور کس طرح وہاں اُنہیں اسلام کی طرف رغبت پیدا ہوئی ہے۔ جو قربانی اور کام کی روح ان لوگوں میں پائی جاتی ہے اِس کو مدنظر رکھتے ہوئے میں سمجھتا ہوں کہ جب یہ لوگ اسلام قبول کریں گے تو اسلام کے لئے یہ ویسی ہی قربانیاں کریں گے جس طرح یہ لوگ دنیا کے لئے قربانیاں کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ مثلاً مسٹر کنزے ہیں۔ اِنہیں ہمیشہ یہ احساس رہتا ہے کہ جو کام تم دوسرے سے لیتے ہو وہی مجھ سے لو۔ مسٹر کنزے جب لندن میں تھے تو وہاں کے

مشنریوں کی اطلاع تھی کہ یہ ہمیشہ اصرار کرتے تھے کہ جو کام آپ کرتے ہیں وہی کام میں بھی کروں گا۔ وہ مہمان سمجھ کر اِن کا لحاظ کرتے تھے لیکن اِن کی طرف سے ہمیشہ یہ اصرار ہوتا تھا کہ میں ویسے ہی یہاں رہوں گا جس طرح آپ لوگ آپس میں مل جل کر رہتے ہیں۔ ان کا لباس بھی سادہ تھا اور یہ چاہتے ہیں کہ اپنے ہر کام کو ہمارے طریق پر کریں۔ جب ہم لاہور سے سیالکوٹ آ رہے تھے۔ بارش ہو رہی تھی ہم اپنا کھانا ساتھ لائے تھے اور یہاں بھی ہم نے اطلاع دے دی تھی کہ کھانے کا انتظام ہم نے کیا ہوا ہے رستہ میں ہم ایک جگہ پر رُکے۔ مجھے علم تھا کہ ہمارے پاس کوئی تھال وغیرہ نہیں۔ میں نے کہا۔ مسٹر کنزے آج آپ کو پاکستانی طرز پر ہی کھانا کھانا پڑے گا اور ہم بڑی بے تکلفی سے روٹی پر ہی سالن ڈال کر کھا لیتے ہیں۔ مسٹر کنزے نے کہا ہاں میں پاکستانی طرز پر ہی کھاؤں گا بلکہ اِنہوں نے کہا۔ جرمن قوم میں بھی اتنا تکلف نہیں پایا جاتا۔ پھر مجھے معلوم ہوا تھالیاں بھی ہمارے ساتھ ہیں اور ہم نے تھالیوں میں سالن ڈال کر کھانا کھایا لیکن یہ ہاتھ پر ہی روٹی رکھ کر کھانے کو تیار تھے۔ باقی امور میں بھی یہ نقل کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ ان میں اخلاص بہت زیادہ پایا جاتا ہے۔ نماز کے بھی پابند ہیں اور زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور ہر ایک بات کے متعلق پوچھتے رہتے ہیں۔

انگلستان کی نسبت جرمن اسلام کی طرف بہت زیادہ راغب معلوم ہوتے ہیں۔ انگلینڈ میں ہمارا مشن ۱۹۱۸ء سے قائم ہے اور اِس تیس سال کے عرصہ میں ہم متواتر ناکام رہے ہیں۔ یوں تو بعض لوگ اسلام میں داخل ہو جاتے ہیں لیکن اسلامی روح اُن میں پیدا نہیں ہوئی۔ وہ صرف ایک سوسائٹی سمجھ کر اسلام میں داخل ہو جاتے ہیں اور نام کے مسلمان ہو جانے کے بعد سمجھ لیتے ہیں کہ ہم نے اسلام پر بہت زیادہ احسان کر دیا ہے اب ہم سے کسی مزید قربانی کی کوئی خواہش نہیں کر سکتا۔ کبھی کوئی جمعہ پڑھ لیا یا کسی عید میں آ گئے تو اور بات ہے۔ بہرحال اُن میں اسلام کی زیادہ رغبت نہیں پائی جاتی بلکہ بعض تو چار چار پانچ پانچ سال کے بعد کبھی کبھی آ جاتے ہیں۔ انگلینڈ سے ۳۰ سال کے بعد ہمیں ایک آدمی ملا جس کے اندر اسلام کی حقیقی روح پائی جاتی تھی مگر جرمنی میں وہ پہلے سال ہی مل گیا۔ انگلینڈ میں ۳۰ سال کی متواتر کوششوں کے بعد ہمیں بشیر احمد آرچرڈ ملے۔ وہ یہاں فوج میں ملازم تھے اور اپنی ملازمت کے دوران میں ہی وہ

مسلمان ہوئے۔ بشیر احمد آرچرڈ پہلے مسلمان تھے جنہوں نے اسلام کو صحیح طور پر عمل کے لئے قبول کیا بعد میں اُنہوں نے ملازمت چھوڑ دی اور حصولِ تعلیم کے سلسلہ میں قادیان میں بھی رہے۔ وہ جتنی دیر قادیان رہے میں نے دیکھا کہ وہ تہجد گزار تھے، نمازوں کے وہ بڑے پابند تھے، اُن کے اعمال میں ہر طرح سادگی پائی جاتی تھی اور اِس وقت وہ ہماری طرف سے انگلینڈ میں مبلغ مقرر ہیں۔ اُن کے اندر اِس قدر اخلاص پایا جاتا ہے جو انگلستان کے لئے غیر معمولی ہے اُن کے پاس روپیہ نہیں۔ ہم اپنے مبلغ کو اتنا کم خرچ دیتے ہیں کہ وہ بمشکل اپنا پیٹ بھر سکتا ہے حتّٰی کہ ایک کیپٹن نے جو جہلم کی طرف کے رہنے والے تھے اور احمدی نہیں تھے مجھ سے شکایت کی کہ میں ملایا میں تھا میں نے وہاں آپ کے مبلغوں کو دیکھا ہے آپ اپنے مبلغوں پر ظلم کرتے ہیں اور اُنہیں اتنا کم خرچ دیتے ہیں کہ وہ اپنا پیٹ بھی نہیں بھر سکتے ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے چپڑاسیوں کی حالت بھی اُن سے اچھی ہے۔ میں نے اُنہیں جواب دیا آپ کی ہمدردی کا شکریہ۔ ہم اگر اپنے مبلغوں کو آپ کے خیال کے مطابق خرچ دیں تو ساری دنیا میں تبلیغ کیسے کریں؟ اگر ہم نے ساری دنیا میں تبلیغ کرنی ہے تو یہ اس طرح ہی ہو سکتی ہے کہ ہم میں سے ہر ایک فرد قربانی کرے۔ جو لوگ تبلیغ کے لئے باہر نہیں جا سکتے وہ روپیہ دیں اور جو باہر جا سکتے ہیں وہ جائیں اور کم خرچ میں گزارہ کریں۔ بشیر احمد آرچرڈ کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ وہ اگر کوئی پمفلٹ شائع کرنا چاہتے ہیں اور اُن کے پاس خرچ نہیں ہوتا تو وہ بجائے مرکز سے خرچ مانگنے کے وہاں مزدوری کر لیتے ہیں۔ کسی جگہ اگر مزدوری کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ وہاں چلے جاتے ہیں اور آٹھ دس دن کام کرتے ہیں اور پھر اُس آمد سے پمفلٹ شائع کرتے ہیں۔ یہ اِس قسم کی قربانی ہے جو شاید کسی ہندوستانی یا پاکستانی میں بھی نہیں پائی جاتی۔ ہندوستانیوں اور پاکستانیوں میں یہ روح نہیں پائی جاتی کہ وہ دین کے لئے اِس قدر قربانی کریں۔ بوریاں اُٹھائیں اور اُن کی آمد سے پمفلٹ شائع کریں۔ اُن کی سادگی کا یہ نتیجہ ہوا ہے کہ انہیں دیکھ کر باقی نَومسلموں کے اندر بھی قربانی کی روح پیدا ہوگئی ہے۔

میرا ارادہ تھا کہ بشیر احمد آرچرڈ قادیان میں رہ کر اچھی طرح دینی تعلیم حاصل کریں اور اُن کی شادی بھی کسی ہندوستانی لڑکی سے کر دی جائے لیکن مشرقی پنجاب کے فسادات کی وجہ

سے انہیں مزید تعلیم نہ دے سکے اور ہم نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ وہ یہاں رہیں بلکہ واپس انگلینڈ چلے جائیں اور کام کریں۔ جتنی تعلیم اُنہوں نے حاصل کی ہے اتنی ہی کافی ہے اور اگر کوئی کسر رہ گئی تو وہاں ہمارے مشنری پوری کر دیں گے۔ چنانچہ میں نے انہیں انگلینڈ بھیج دیا اور اُن کی شادی کی تجویز رہ گئی۔ اب میں نے ان پر زور دیا کہ وہ وہاں شادی کر لیں۔

انگریز نَومسلم جو اَب تک اسلام میں داخل ہوئے ہیں میں نے دیکھا ہے کہ وہ چاہتے ہیں کہ وہ رسوم کو اُسی طرز پر جاری رکھیں جس طرز پر پہلے ہوا کرتی ہیں۔ خربوزہ خربوزے سے رنگ پکڑتا ہے۔ بشیر احمد آرچرڈ انگلینڈ گئے تو انہیں دیکھ کر باقی انگریز نَومسلموں کی روحانی حالت بھی بدلنی شروع ہوئی۔ مبلغ تو ہمارے وہاں دیر سے گئے ہوئے ہیں لیکن وہ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ ہندوستانی ہیں ان کی تہذیب علیحدہ ہے، ان کا تمدن علیحدہ ہے، یہ لوگ تو ایسا کام کرنے کے عادی ہیں اِس لئے وہ اُن کی قربانیوں کو دیکھ کر ان کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے لیکن جب بشیر احمد آرچرڈ وہاں گئے اور اُن کی قربانیوں کو باقی انگریز نَومسلموں نے دیکھا تو اُن میں بھی روحانیت پیدا ہونی شروع ہوئی۔ بشیر احمد آرچرڈ مالی لحاظ سے غریب ہیں کیونکہ ہم اپنے مبلغوں کو بہت کم گزارہ دیتے ہیں اِس لئے انہیں بھی بہت کم گزارہ ملتا ہے۔ ہم نے یہ تجویز کی کہ وہ ایک انگریز نَومسلمہ کے ساتھ جن کے والد مالی دنیا میں اعلیٰ حیثیت رکھتے ہیں اور ایکسچینج کے ممبر ہیں شادی کر لیں۔ انگلستان میں جو شخص ایکسچینج کا ممبر ہوتا ہے اُس کی وہی شان ہوتی ہے جو پارلیمنٹ کے ایک ممبر کی ہوتی ہے۔ ہم نے تجویز کی کہ بشیر احمد آرچرڈ اُس کی لڑکی کے ساتھ شادی کر لیں۔ بشیر احمد آرچرڈ نے کہا میں اسلامی طرز پر ہی شادی کر سکتا ہوں اور کسی قسم کی کورٹ شپ وغیرہ نہیں ہوگی لیکن لڑکی کا باپ اِس بات پر راضی نہ تھا اب اطلاع آئی ہے کہ خیر اللہ ویلز لڑکی کے والد نے فیصلہ کر لیا ہے کہ وہ اسلامی طرز پر ہی لڑکی کا نکاح کریں گے اور اب جلد ہی اُن کی شادی ہو جائے گی۔ اِس سے پہلے یہ اعلان کر دیا گیا تھا کہ نکاح اسلامی طرز پر کیا جائے گا اور کسی قسم کی کورٹ شپ نہیں ہوگی۔ بہرحال بشیر احمد آرچرڈ کی قربانی کے نتیجہ میں دوسرے لوگوں میں بھی ایک قسم کی بیداری پیدا ہوگئی ہے اور انہیں دیکھ کر میں امید کرتا ہوں کہ اُن کے اندر اسلام کی حقیقی روح پیدا ہو جائے گی اور وہ اسلامی تمدن کے مطابق کام کرنے لگ

جائیں گے۔

یہ تو اُن لوگوں کا حال ہوا باقی میں آپ لوگوں کو بھی کہوں گا کہ اگر یورپ میں باوجود مادیت کے ایسے نوجوان پیدا ہوتے ہیں جو اسلامی لباس کو اپنا لیں، اُس کی تعلیم کو اپنا لیں اور اُس پر عمل کریں۔ اگر یورپ میں ایسی عورتیں پائی جاتی ہیں جو اسلام کو اپنا لیں اور وہ اُس کی تعلیم پر عمل کرنے کے لئے تیار ہیں تو ہم لوگوں کے لئے جو نسلی مسلمان ہیں یہ کتنا افسوسناک امر ہے کہ ہم اسلام کے مطابق عمل نہ کریں اور ایسا نمونہ پیش نہ کریں جس سے دوسرے لوگ سبق حاصل کریں بلکہ ہم اُس سے دُور جانے اور اسلامی تمدن کے خلاف چلنے کی کوشش کریں۔ آپ نے دیکھا ہے کہ مسٹر کنزے نے اپنا لباس تبدیل کر لیا ہے اور اِنہوں نے ظاہری طور پر بھی اپنے آپ کو اسلام کے مطابق بنانے کی کوشش کی ہے۔ اِن کا لباس ہم نے نہیں بدلوایا اِنہوں نے اپنا لباس خود ہی تبدیل کیا ہے۔ یہ اسلام لائے اور اِنہوں نے مسلمانوں کو دیکھا کہ وہ داڑھی رکھتے ہیں تو اِنہوں نے پوچھا یہ کیا؟ انہیں بتایا گیا کہ مسلمان داڑھی رکھا کرتے ہیں اِس پر اِنہوں نے بھی داڑھی رکھ لی۔ مسٹر کنزے جب کراچی آئے اُس وقت یہ چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کے مکان پر اُنہیں ملنے کے لئے گئے۔ چوہدری صاحب نے مجھے بتایا کہ میں کہیں باہر گیا ہوا تھا جب میں گھر واپس آیا اور اُس کمرے میں داخل ہوا جس میں مسٹر کنزے اور چند اور دوست بیٹھے ہوئے تھے تو میں اِنہیں پہچان نہ سکا۔ اِن کا لباس بھی اسلامی تھا اور دوسروں کا لباس بھی اسلامی تھا۔ میں حیران تھا کہ میں اِن سب میں سے کس کو مسٹر کنزے سمجھوں کیونکہ مجھے سبھی مسلمان نظر آتے تھے۔ جب مجھے بتایا گیا کہ یہ مسٹر کنزے ہیں تب مجھے اِن کا علم ہوا۔ غرض اِنہوں نے اپنے لباس کو بھی اسلامی بنا لیا ہے اگرچہ اسلام میں کسی مخصوص لباس کی شرط نہیں۔ بہرحال رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ[1] جو شخص کسی قوم کی نقل کرتا ہے وہ انہی میں سے ہوتا ہے۔ چاہے لباس اسلام کا کوئی حصہ نہیں لیکن پھر بھی اِن کے لباس بدلنے سے یہ بات تو معلوم ہوتی ہے کہ اِن کے اندر غیرتِ اسلامی پائی جاتی ہے لیکن ہم لوگ بڑی بے تکلفی سے دوسروں کی نقل کرنے لگ جاتے ہیں۔

میں جب ۱۹۲۴ء میں انگلینڈ گیا اُس وقت سردی کے خیال سے میں چند علی گڑھی طرز کے

پاجامے بھی سِلوا کر ساتھ لے گیا۔ میرا ارادہ تھا کہ یہ پاجامے انگلینڈ جا کر پہنوں گا مگر یونہی چند دن تک میں نے وہ پاجامے نہ پہنے۔ ہمارے مبلغ میرے پاس گھبرائے ہوئے آئے اور کہا حضور! یہاں کے لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کا امام ننگا پھرتا ہے۔ انگلینڈ میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ شخص جس کا کرتا پاجامہ کے اوپر ہو وہ ننگا ہوتا ہے اور چونکہ میرا کرتا اوپر ہوتا تھا اور شلوار نیچے اِس لئے اُنہوں نے میرے متعلق بھی یہی کہنا شروع کیا کہ میں ننگا پھر رہا ہوں۔ میں نے اپنے مبلغ سے کہا میں چند گرم پاجامے ساتھ لایا تو تھا اور میرا ارادہ بھی تھا کہ میں یہاں آ کر وہ پاجامے پہنوں گا مگر اب وہ پاجامے میں نہیں پہنوں گا کیونکہ یہ لوگ مجھے میرے اپنے لباس میں ننگا سمجھتے ہیں کیا میری غیرتِ قومی مجھے مجبور نہیں کرتی کہ میں اپنا لباس ہی رکھوں؟ اگر یہ لوگ ہمارے ملک میں جا کر اپنے لباس کو نہیں چھوڑ سکتے تو میں بھی اِن کے ملک میں آ کر اپنا لباس نہیں چھوڑوں گا۔ اگر یہ لوگ ہمارے ملک میں جا کر اپنا لباس چھوڑنے پر راضی ہو جائیں تو میں بھی اپنا لباس چھوڑنے پر تیار ہو جاؤں گا۔ لیکن ہمارے مبلغ نے شور مچا دیا کہ حضور! لوگ آپ کو ننگا سمجھتے ہیں۔

سر ڈینی سن راس جو وہاں ایک کالج کے پرنسپل تھے ایک دن مجھے ملنے کے لئے آئے۔ اُن کے ساتھ ایک دو اَور پروفیسر بھی تھے میرے اُن سے دوستانہ تعلقات تھے میں نے اپنے دوستانہ تعلقات کی وجہ سے اُن سے کہا کہ میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ کیا آپ مجھے میرے اپنے لباس میں ملبوس ہونے کو بُرا محسوس کرتے ہیں؟ اُنہوں نے کہا اگر آپ نے یہ بات پوچھی ہے تو میں آپ کو بتا ہی دیتا ہوں کہ ہم واقعی اِس چیز کو بُرا محسوس کرتے ہیں۔ سر ڈینی سن راس ایک وقت تک علیگڑھ میں بھی پرنسپل رہے تھے میں نے پوچھا جب آپ ہندوستان گئے تھے تو کیا آپ ہمارا لباس پہنا کرتے تھے؟ اُنہوں نے کہا۔ نہیں۔ میں نے کہا اگر آپ کو یہ حق حاصل ہے کہ آپ ہمارے ملک میں جا کر اپنا لباس پہنیں تو پھر آپ کو اعتراض کرنے کا کیا حق ہے پھر آپ ہم سے کیوں نفرت کریں؟ کیا ہمارا حق نہیں کہ ہم بھی آپ کے ملک میں آ کر اپنا لباس پہنیں؟ جب آپ ہمارے ملک میں جا کر ہمارا لباس نہیں پہنتے تو ہمارا بھی یہ حق ہے کہ ہم یہاں آ کر اپنا لباس پہنیں۔ اُنہوں نے کہا آپ کی بات تو ٹھیک ہے لیکن

بہر حال ہم یہ پسند نہیں کرتے کہ کوئی شخص ہمارے ملک میں آ کر اپنا لباس پہنے۔ میں نے کہا اگر ہمارے ملک میں جا کر آپ کو اپنا لباس پہننے کا حق ہے تو یہ حق ہمیں بھی ملنا چاہئے۔ اگر دوسرے شخص کی دلداری مقصود ہو اور اس لئے لباس بدلنا ہو تو پھر دونوں کو اپنا لباس تبدیل کرنا چاہئے۔ اگر آپ کہتے ہیں کہ ہم آپ کے ملک میں آ کر اپنا لباس بدل دیں تو آپ کا بھی فرض ہے کہ جب ہمارے ملک میں جائیں تو اپنا لباس بدل دیں اور شلوار اور پگڑی پہنیں۔ جس بات کی نسبت آپ اپنی طرف کرنا پسند نہیں کرتے اُس کی نسبت ہماری طرف کرنا آپ کیسے پسند کرتے ہیں۔ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ ہم گھاٹے میں رہیں۔ اُنہوں نے کہا میں نے یہ تو نہیں کہا۔ میں نے کہا جب ہم ایک ہی جیسے ہیں تو جو چیز آپ مجھ سے کروانا چاہتے ہیں وہ چیز آپ اپنے لئے پسند کیوں نہیں کرتے؟ اگر آپ کو اپنی حکومت کا غرور ہے اور آپ سمجھتے ہیں کہ ہم غلام ہیں اس لئے آپ کے لئے مناسب نہیں کہ ہمارا لباس پہنیں تو میں تو آپ کا غلام نہیں ہوں۔ میں نے اُسے بتایا کہ میں پتلونیں ساتھ لایا تھا لیکن اب جبکہ مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ آپ کا یہ رویہ غرور کی وجہ سے ہے تو میں اب وہ نہیں پہنوں گا۔ غرض وہ لوگ مجھے ننگا کہتے رہے لیکن میں نے اپنا لباس نہ چھوڑا۔

پس ہمارے اندر خودداری کا احساس ہونا چاہئے اور ہمیں اپنی قومی پوزیشن کو قائم رکھنا چاہئے تا کہ دوسرے لوگ ہماری اتباع کریں۔ اگر ہم ایسا نہیں کریں گے تو ہمارا مستقبل کسی صورت میں روشن نہیں ہوسکتا اس لئے کہ ہمارے اندر بلند خیالی نہیں پائی جاتی۔ ہماری قومی روح کو کچلنے کے لئے انگریزوں نے ہمارے تاریخی واقعات کو بگاڑ کر پیش کیا ہے۔ وہ بادشاہ تو زندہ نہیں تھے لیکن اُن کی غرض یہ تھی کہ وہ ہمارے ماضی کی روایات کو غلط رنگ میں پیش کریں تا قومی روایات اپنے صحیح رنگ میں ہمارے سامنے نہ رہیں اور اِس کی وجہ سے ہمارا مستقبل پست ہو اور ہم کوئی ترقی نہ کرسکیں۔ آپ لوگ کسی ملک میں چلے جائیں آپ دیکھیں گے کہ سارے کے سارے ملک کا لباس ایک ہی طرح کا ہوگا۔ ہاں تھوڑا بہت فرق ضرور ہوگا۔ کوئی شخص کالے رنگ کا سوٹ پہنے ہوئے ہوگا اور کوئی سفید رنگ کے لباس میں ملبوس ہوگا۔ کسی کے ہیٹ کا چھجا چھوٹا ہوگا اور کسی کے ہیٹ کا چھجا بڑا ہوگا لیکن سارے کے سارے ملک کا لباس ایک ہی قسم کا

ہوگا۔ یورپ کے کسی اَور ملک میں چلے جائیں وہاں بھی آپ کو ایک ہی قسم کا لباس نظر آئے گا لیکن ہمارا کیا حال ہے؟ سیالکوٹ میں اَور قسم کا لباس ہے، لاہور میں اَور قسم کا لباس ہے بلکہ ہر ضلع کا الگ لباس ہے۔ ایک ہی قسم کا لباس ہونے سے قومی اتحاد پیدا ہوتا ہے لیکن یہاں ہر ضلع میں الگ الگ لباس ہے گویا ہم ایک نیا عالَم ہیں۔ جانوروں میں مشابہتیں پائی جاتی ہیں، جنگل میں بندر بھی پایا جاتا ہے، سؤر بھی پایا جاتا ہے، لومڑ بھی پایا جاتا ہے، کوئی شیر ہوتا ہے اور کوئی چیتا ہوتا ہے لیکن اُن میں سے ایک قسم کی جانوروں کی نسل کو لیا جائے تو سب میں مشابہت پائی جاتی ہے لیکن ہمارے ہاں یہ مشابہت بہت کم ہے اسی لئے ہمارے دلی اتحاد میں بہت کمزوری پائی جاتی ہے۔

عربوں کو دیکھ لو اُن میں یہ چیز پائی جاتی ہے اُن کا لباس ایک ہی طرح کا ہوتا ہے لیکن یہاں پنجابی لباس میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ دو ضلعوں میں یہ لباس اَور کا اَور ہو جاتا ہے کسی علاقہ میں پاجامہ پہنا جاتا ہے اور کسی علاقہ میں تہہ بند باندھا جاتا ہے اور صوبہ کے کئی حصوں میں دھوتی کا استعمال بھی کیا جاتا ہے۔ پھر پگڑیوں میں بھی بہت اختلاف ہے۔ غرض ہمارے لباس میں بہت زیادہ فرق پایا جاتا ہے۔ جوتیوں کو ہی لے لو اُن میں بھی بہت فرق پایا جاتا ہے لیکن یورپین جوتیوں میں بہت کم فرق پایا جاتا ہے۔ عام طور پر وہ ایک سی شیپ کی ہوتی ہیں لیکن یہاں پشاور کی جوتیاں اَور شیپ کی ہوتی ہیں، گجرات کی جوتیاں اَور شیپ کی ہوتی ہیں۔ اِس طرح ظاہر طور پر کوئی ایک چیز بھی ہمارے ملک میں ایسی نہیں پائی جاتی جس سے معلوم ہو سکے کہ ہم میں اتحاد پایا جاتا ہے۔ اِس اتحاد کو پیدا کرنے کے لئے ہمیں اپنے قلب کی صفائی کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے سے پہلے فرمایا کرتے تھے صفیں ٹھیک کر لو ورنہ تمہارے دل ٹیڑھے ہو جائیں گے۔[۲] بھلا صفوں کے ٹیڑھا ہونے کا دلوں کے ٹیڑھا ہونے سے کیا تعلق۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ اگر ظاہر ٹھیک نہ ہو تو باطن بھی ٹھیک نہیں ہو سکتا۔ قومی کیریکٹر بنانے کے لئے ضروری ہے کہ ہماری زبان ایک ہو، ہمارے لباسوں میں کوئی اختلاف نہ پایا جائے اور جب تک یہ چیز نہ پائی جائے تمام پاکستانی آپس میں متحد نہیں ہو سکتے۔

اسلام کو اکٹھا کرنے والی خلافت تھی جس سے اِس زمانہ کی مسلمان حکومتیں محروم ہیں۔ کونسا مسلمان ملک ہے جو اپنے بادشاہ کو خلیفہ کا خطاب دے سکے۔ اگر عراق اپنے آپ کو خلافت کا خطاب دے۔ اگر شام اپنے آپ کو خلافت کا خطاب دے یا دوسرے ممالک مثلاً سعودی عرب، شرقِ اُردن، ایران، افغانستان یا پاکستان اپنے آپ کو خلافت کا خطاب دے تو فوراً دوسرے ممالک اُس کے خلاف ہو جائیں گے اور وہ اپنے مُلک اُس کے قبضہ میں دینے سے انکار کر دیں گے۔ وہ چیز جو آج مسلمانوں کو اکٹھا کر سکتی ہے وہ صرف اتحاد ہے۔ اَور تو اَور ہماری علمی زبان میں بھی بہت اختلاف پایا جاتا ہے۔ ہمارے بعض ادیب نئی نئی طرزوں اور طریقوں کے ایجاد کرنے میں بہت خوشی محسوس کرتے ہیں اور کہیں کے کہیں چلے جاتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم اپنی علمی زبان کو ہی ایک طرز پر چلانے کی کوشش کرتے تو آج ہم میں اختلاف نہ پایا جاتا۔ ہم مسلمانوں نے اُردو زبان میں عربی اور فارسی کے الفاظ ملانے کی کوشش کی اور ہندوؤں نے سنسکرت کے الفاظ گھسیڑنے کی کوشش کی اور اِس طرح ہمارے آپس کی رقابت نے بڑھتے بڑھتے یہ رنگ اختیار کر لیا کہ اُس نے ہمارے دلوں کو پھاڑ دیا۔ بہرحال ہمارے اندر کوئی نہ کوئی ایسی چیز پائی جانی چاہئے جسے دیکھ کر ہر شخص کہہ سکے کہ یہ فلاں مُلک سے تعلق رکھتا ہے۔ مثلاً یورپین اقوام کو لے لو اُن کے لباسوں کو دیکھ کر فوراً دیکھنے والا پہچان لیتا ہے کہ یہ شخص فلاں ملک سے تعلق رکھتا ہے۔ پس میں ضمنی طور پر آپ لوگوں سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کوشش کریں کہ ہمارے اندر کوئی نہ کوئی ایسی چیز پائی جائے جسے دیکھ کر ہر شخص کہہ سکے کہ یہ پاکستانی ہے۔ کسی مجلس میں ہم چلے جائیں وہ فوراً ہمیں پہچان کر کہہ دے کہ ہم پاکستان سے آئے ہیں جیسے یوروپین لوگوں کو فوراً پہچان لیا جاتا ہے۔

(غیر مطبوعہ از ریکارڈ خلافت لائبریری ربوہ)

۱؎ ہر: **HERR**۔ جرمن زبان میں مسٹر کے لئے HERR کا لفظ بولا جاتا ہے۔

ابوداؤد کتاب اللباس باب فی لُبس الشھرۃ

۲؎ **سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب تسویۃ الصفوف**